5350

اقبال اور شیش محل

مرتب
اخلاق اثر

اقبالؒ اور شیش محل

مرتب

اخلاق اثر

(جملہ حقوق محفوظ)

بہ سلسلۂ اقبال صدی مطبوعات

اقبال لائبریری بھوپال

ایڈیشن	اوّل
سال طباعت	۱۹۷۷ء
تعداد	پانچ سو
قیمت	
کتابت	محمد عمر خوشنویس
طباعت	پاشا پریس بھوپال
تصویر سرورق	شیش محل، بھوپال

ملنے کا پتہ

اقبال لائبریری، ابراہیم پورہ بھوپال

بھوپال میں اقبالؔ کی ایک قیام گاہ ریاض منزل

برسوں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔ سر جھکائے تیز تیز قدموں سے آتے اور جاتے۔ کبھی ان کی آنکھوں کو پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ پہلی بار اقبال لائبریری میں ملاقات ہوئی۔ خاموش ملاقات۔ خاموش اور بامعنی آنکھیں، مہربان اور مشفق آنکھیں، متفکر اور مضطرب آنکھیں۔

پھر نام معلوم ہوا۔ ملاقاتیں ہوئیں۔ اپنے خلوص، اپنی محبت اور اپنے اعتماد سے نوازا۔ یوم اقبال اور اقبال لائبریری کے تعمیری کاموں میں شریک کیا۔ "اقبال یادگار" کے قیام کے لئے شیش محل کو حاصل کرنے کی کوششوں سے باخبر رکھا (خدا کرے ان کی کوششیں بارآور ہوں)

میں سوچتا ہوں ہمارے ایسے کتنے کتب خانے اور دارالمطالعے ہیں جن کو عمر صاحب جیسے مخلص کارکن نصیب ہیں جو ایک ایک لمحہ کو قوم کی امانت سمجھتے ہیں۔ خود خستہ حال رہتے ہیں اور اقبال لائبریری کی ترقی کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔ میں اپنے بھائی، میں اپنے دوست جناب محمد عمر انصاری صاحب کے نام سے اس کتاب کو منسوب کرتا ہوں۔

اخلاق اثر

ترتیب

- اقبالؒ اور شیش محل — ممنون حسن خاں (اقبالؒ کے لیکچر من) ۶
- بھوپال میں اقبالؒ کی شاعری کا پس منظر — اخلاق اثر ۸
- بھوپال میں اقبالؒ کی شعری فکر

حصّہ اول: شیش محل ۲۱

- صبح ۲۲
- مومن ۲۳
- امرائے عرب سے ۲۴
- ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام ۲۵
- جمعیتِ اقوام ۲۷
- مسولینی ۲۸

حصّہ دوم: ریاض منزل ۳۰

- سلطانی ۳۱
- تصوف ۳۳
- وحی ۳۵
- مقصود ۳۶
- حکومت ۳۷
- نگاہ ۳۹
- امید ۴۱

ممنون حسن خاں

اقبالؒ اور شیش محل

حضرت علامہ کو گئے زمانہ گزر گیا لیکن آج بھی جب میں شیش محل کی طرف جاتا ہوں تو ایک لمحہ کے لئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گردش ایام پیچھے کی طرف دوڑ رہی ہے۔ میں جوان ہو گیا ہوں اور بھاگتا ہوا شیش محل میں داخل ہو گیا ہوں۔ دیوڑھی میں میاں جاوید اور علی بخش کیرم کھیل رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر علی بخش کہتا ہے "ممنون صاحب ڈاکٹر صاحب آپ کو دو بار یاد کر چکے ہیں" میں بے تابانہ اندر داخل ہوتا ہوں۔ سامنے مشرقی کمرہ میں حضرت علامہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے سید راس مسعود کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں۔ سید صاحب اپنے مخصوص محبت بھرے انداز میں چلا کر کہتے ہیں" ارے تو، کہاں تھا۔ اقبال تو کئی بار تجھ کو یاد کر چکے ہیں" میں ادب سے سلام کرتا ہوں ڈاکٹر صاحب ایک گڈی خطوط اور تاروں کی مجھے دیتے ہیں۔

"ممنون صاحب ان کو دیکھ لینا اور ہاں۔ ان میں برٹرینڈ رسل فشر اور مارگن فاسٹر کے بھی خطوط ہیں۔ ان کے جواب آج ہی

مجھ سے ضرور لکھوا لینا۔" سید راس مسعود نہایت محبت سے میری طرف دیکھ کر کہتے ہیں۔" آخر کار تو اکبر میاں بن ہی گیا" دوسرے لمحہ ایسا محسوس کرتا ہوں کہ آسمان سے زمین پر پھینک دیا گیا ہوں اور میں مولوی عبدالحق کا یہ جملہ دہراتا ہوں۔

"پنچھی اڑ گیا پیڑ ڈال اب تک جھول رہی ہے"

(اقبال لائبریری بھوپال کے زیر اہتمام منعقدہ "یوم اقبالؒ" پر پڑھا گیا مقالہ "اقبالؒ بھوپال میں" سے۔)

اخلاق اثر

بھوپال میں اقبالؔ کی شاعری کا پس منظر

بھوپال میں فطرت کے مظاہر ومناظر جتنے حسین اور خوبصورت ہیں ۔ بھوپال کی ادبی تاریخ بھی اتنی ہی دلکش اور دلفریب ہے۔ بھوپال نے ادب کی اہم شخصیات بھی پیدا کیں اور اردو ادب کی بلند پایہ شخصیات کی قدردانی بھی کی۔ چنانچہ بھوپال میں زبان وادب، تعلیم وتربیت کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل پہنچانے کے لئے مشاہیر ادب کو مدعو بھی کیا گیا اور انھیں علمی وادبی کاموں کے لئے فرصت اور فراغت کے دن بھی مہیا کئے گئے۔ بھوپال کی ادب دوستی اور ادب نوازی سے فیض حاصل کرنے والے ادیبوں اور شاعروں کی بڑی تعداد ہے اور اقبال ان سب میں سرِفہرست ہیں۔ یہ اقبال کی بصیرت ہی تھی کہ انھوں نے بھوپال کو فوقیت دی اور یہیں قیام کرنا پسند فرمایا۔

اقبال اُردو ادب کے عظیم شاعر ہیں اور ان کی شخصیت اور شاعری کے مطالعہ میں ان کے بھوپال میں قیام کی بڑی اہمیت ہے چنانچہ ۱۹۷۳ء میں صہبا لکھنوی نے "اقبال اور بھوپال" تصنیف کی تو اقبال سے بھوپال کے تعلقات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اقبال لائبریری کی خاموش خدمات کا بھرپور جائزہ لیا۔ اقبال اکاڈمی، پاکستان نے اس کتاب کو شائع کیا تو پاکستان کی "رائٹرز گلڈ" نے ۱۹۷۳ء کے دوران دو درجن سے زائد شائع ہونی والی کتابوں میں اسے انعام و اعزاز کا مستحق ٹھہرایا اور پانچ ہزار کا داؤد ادبی انعام صہبا لکھنوی کو عطا کیا۔ سال کے ختم ہونے سے پہلے ہی کتاب کی آخری کاپی بھی فروخت ہوگئی جو اقبال اکاڈمی پاکستان کی تاریخ کا پہلا واقعہ تھا۔ اکاڈمی کے پاس آٹھ سو جلدوں کے آرڈر محفوظ ہیں اور "اقبال بھوپال" کا دوسرا اڈیشن زیر طبع ہے۔ ایک طرف "اقبال اور بھوپال" کو ایک نادر تحفہ سمجھ کر محفوظ کیا جا رہا تھا۔ دوسری طرف شہزادی عابدہ سلطان، پروفیسر مجنوں گورکھپوری، محمد احمد سبزواری، پروفیسر انجم اعظمی، محسن بھوپالی نے "اقبال اور بھوپال" کی "تقریب رونمائی" میں کتاب کی پسندیدگی کے بارے میں بھرپور خیالات کا اظہار کیا۔ عاصم صحرائی (کتاب، لاہور جولائی اگست ۱۹۷۳ء) شیخ محمد ملک۔ فنون لاہور

ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۷۳) مشفق خواجہ (قومی زبان، کراچی اگست ۱۹۷۳ء)، ایم۔ ڈبلو۔ مرزا (پاکستان ٹائمز، لاہور۔ ۵ر اگست ۱۹۷۳ء) علی حیدر ملک (سیپ، کراچی۔ مارچ۔ اپریل سنہ ۱۹۷۴ء)، انور سدید (اوراق) آغا سہیل۔ [redacted] (افکار، کراچی جنوری ۱۹۷۴ء) سحر انصاری (افکار کراچی ۱۹۷۳) روزنامہ حریت کراچی (۲۷ر مئی ۱۹۷۳ء) روزنامہ مشرق لاہور (۱۰ر جون ۱۹۷۳ء) روزنامہ جنگ (۴ر نومبر ۱۹۷۳ء) اخبار خواتین (۳۰ر جون تا ۶ر جولائی ۱۹۷۳ء) پروفیسر محمد احمد شمس (پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن پشاور، (۱۷ر جنوری ۱۹۷۴ء) وغیرہ نے اس کتاب کو اقبالیات میں اضافہ کی حیثیت دی۔

"اقبال اور بھوپال" کے تعلق پر جناب صہبا لکھنوی مزید تحقیق کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں اقبال کے ایک رچاین جناب ممنون حسن خاں نے صہبا لکھنوی کو اقبال کے وظیفہ سے متعلق اہم معلومات روانہ فرمائی ہیں۔ جناب ممنون حسن خاں اقبالیات کی ایک اہم کڑی ہیں اور ہیں اپنی تصنیف "اقبال اور ممنون" میں اقبال اور بھوپال، اقبالیات اور بھوپال، اقبال اور نواب حمید اللہ خاں، اقبال اور سر راس مسعود، اقبال اور ممنون سے متعلق اہم مواد اور اقبال کے غیر مطبوعہ خطوط جلد ہی پیش کر رہا ہوں۔

اقبال نے بھوپال کے قیام کے درمیان جو نظمیں کہی ہیں۔ عام طور سے ان کی تعداد تیرہ بتائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے مثنوی کے بہت سے اشعار بھی بھوپال میں کہے۔ جو اُن کی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق" میں شامل ہیں۔ اقبال قرآن کریم پر ایک کتاب تصنیف کر رہے تھے جس کو وہ کبھی INTRODUCTION TO THE

KIDS TO THE STUDY OF QURAH اور کبھی STUDY OF QURAN

کہا کرتے تھے۔ اس کے کچھ حصے شیش محل میں تحریر کئے گئے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب مکمل نہ ہو سکی۔ اس کا معیار اس قدر بلند تھا کہ قاہرہ یونیورسٹی کے علمائے کرام نے بھی اس میں اضافے کی صلاحیت نہیں پائی۔

اس مختصر مضمون میں بھوپال میں اقبال کی تحریر کردہ تخلیقات اور ان کے شان نزول کے بارے میں حقائق پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اقبال نے تیرہ نظمیں بھوپال میں کہی تھیں جو "ضرب کلیم" میں شامل ہیں۔ ان نظموں میں سے چھ "شیش محل" اور سات "ریاض منزل" میں کہی گئی ہیں۔ "صبح"، "سلطانی"، "تصوف"، "وحی"، "مومن"، "امرائے عرب سے" "مقصود"، "حکومت"، "نگاہ"، "امید"، "ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی

فرزندوں کے نام"، "جمعیت اقوامِ مشرق"، اور "مسولینی" ان نظموں کے نام ہیں۔

اقبال کے اکرمیان جناب ممنون حسن خاں نے ان نظموں کے شانِ نزول سے متعلق معلومات عنایت کی ہیں جن کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

ان نظموں میں سے "صبح"، "وحی"، "مومن"، "مقصود" اور "امید" ماحول اور موڈ سے متاثر ہو کر کہی گئی ہیں۔ "امرائے عرب سے"، "عنوان کی نظم فی البدیہہ اور "سلطانی"، "تصوف"، "حکومت"، "ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام"، "جمعیتِ اقوامِ مشرق" متعلقہ موضوعات پر گفتگو یا بحث و مباحثہ کے بعد تخلیق کی گئی ہیں۔

(1) ایک دن اقبال فجر کی نماز کے بعد شیش محل کے سامنے والے میدان میں ٹہل رہے تھے اور گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ممنون حسن خاں ان کے ساتھ تھے۔ تھوڑی دیر بعد اقبال شیش محل میں اپنے کمرہ میں واپس آئے اور ممنون حسن خاں سے فرمایا۔ یہ دو شعر ابھی ہو گئے ہیں۔ انہیں نوٹ کر لو۔ یہ اشعار "صبح" کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔

(2) ایک دن ریاض منزل میں اقبال کے ساتھ سر راس مسعود اور ممنون حسن خاں بھی موجود تھے۔ اقبال نے سر راس مسعود سے فرمایا کہ کل رات دیر تک جاگتا رہا۔ چند اشعار ہوئے ہیں۔ پھر انھوں نے

جو اشعار سنائے "وحی" کے عنوان سے "ضربِ کلیم" میں شامل کئے گئے ہیں۔

ایک دن شیش محل میں اقبالؒ کے ساتھ مولانا سید سلیمان ندوی اور ممنون حسن خاں موجود تھے۔ اقبالؒ نے مومن کے کردار پر تفصیل سے اظہارِ خیال کیا اور اس کے بعد فرمایا کہ کل رات چند اشعار ہو گئے ہیں سُنئے۔ یہ اشعار "مومن" کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔

ایک دن ریاض منزل میں فلسفہ قدیم و جدید پر بحث شروع ہو گئی۔ ادبی محفل میں سر راس مسعود اور ممنون حسن خاں موجود تھے۔ اقبال نے افلاطون اور اسپنوزا کا فلسفہ بیان فرمایا اور پھر سر راس مسعود کی خواہش پر افلاطون، سپونزا اور اپنے فلسفہ سے متعلق اشعار سنائے یہ اشعار "مقصود" کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔

ریاض منزل میں ایک دن سر راس مسعود اور ممنون حسن خاں کو اقبال کی محفل میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اقبال شعر و شاعری کے موڈ میں تھے۔ فرمایا چند اشعار "امید" کے عنوان سے لکھے ہیں۔ پھر ان اشعار کو آہستہ آہستہ سُنایا۔

شیش محل میں اقبالؒ بہت اداس تھے۔ امرائے عرب کے آپس کے جھگڑوں پر بحث ہو رہی تھی۔ اقبالؒ نے بے حد افسوس کے

ساتھ فرمایا کہ امرائے عرب غیروں کے اشاروں پر آپس میں لڑ کر خود کو کمزور کر رہے ہیں اور غیر اسلامی طرزِ عمل کا اظہار کر رہے ہیں۔ پھر دیر تک خاموش رہے۔ چہرہ پر شدید غم کے تاثرات تھے۔ کئی بار آہ کی۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تھی پھر فی البدیہہ اشعار لکھے جو "امرائے عرب سے" کے عنوان سے شائع ہوئے۔

ریاض منزل کی ایک مخصوص مجلس میں خواجہ غلام السیدین نے اقبال سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا کہ "فقر" اور "سلطانی" کے مطالب ذرا تفصیل سے بیان فرمائیں۔ اقبال پہلے تو خاموش رہے پھر "فقر" اور "سلطانی" کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی پھر فرمایا کہ اگر ہم "فقر" کو اچھی طرح سمجھ جاتے تو آج جس غلامی میں مبتلا ہیں اس میں ہرگز نہ ہوتے۔ اس رات "سلطانی" کے عنوان پر چند اشعار کہے جن کو قلمبند کرنے کی عزت ممنون حسن خاں کو حاصل ہوئی۔

اقبال ریاض منزل میں مصروفِ بحث تھے موضوع تھا "تصوف" اقبال نے اس موضوع پر مدلل تقریر کی اور فرمایا کہ تصوف کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس سے تصوف کا دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ سر راس مسعود نے عرض کیا کہ حضرت علامہ تصوف پر کچھ اشعار عنایت فرمائیں۔ اقبال خاموش ہو گئے دوسرے دن جب سر راس مسعود سے ملاقات ہوئی تو سرہانے سے ایک

پرچہ نکالا اور فرمایا۔ تم نے کل کچھ کہا تھا۔ میں نے رات یہ کوشش کی ہے
پھر "تصوف" کے عنوان سے اشعار سُنائے جو اسی عنوان کے ساتھ شائع ہوئے۔

ایک دن ریاض منزل میں اس مسئلہ پر بحث چھڑ گئی کہ حکومت
کے لئے سخت کوشی اور کردار کی بلندی لازمی اور ضروری صفات ہیں۔
اقبال نے حکومتوں کے عروج و زوال پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ ساری دنیا کی تاریخ ان کے سامنے کھلی رکھی ہے۔ اس رات کو
تقریباً نو بجے ممنون حسن خاں اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے تو علامہ
نے فرمایا کہ جس مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی۔ اس سلسلہ میں چند اشعار ہو گئے
ہیں انہیں نوٹ کر لو۔ یہ اشعار "حکومت" کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں

شیش محل میں سورج کی روشنی پھیل چکی تھی۔ مولانا سید سلیمان
ندوی اور ممنون حسن خاں اقبالؒ کے حضور میں حاضر تھے۔ انگریزوں کی
سیاست اور چالبازیوں پر اظہار خیال ہو رہا تھا۔ اقبالؒ نے سیاستِ
افرنگ کو خوب کھول کر بیان کیا۔ آخر میں فرمایا کہ افسوس ہم ہندوستانی
انگریزوں کی غلامی قبول کر رہے ہیں حالانکہ وہ ہماری تہذیب و تمدن
یہاں تک کہ ہماری روح کو ختم کر رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ غلام بدن
زندہ رہنے کے لئے روح کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے
فرمایا آپ اس ابلیسی نظام سے متعلق ایک نظم عطا فرمائیں۔ اقبالؒ

خاموش رہے۔ دوسرے دن حسب معمول شیش محل کے میدان میں اقبال کے ساتھ ممنون حسن خاں ٹہل رہے تھے۔ اقبالؒ نے فرمایا علامہ سید سلیمان ندوی کے حکم کی تعمیل ضرور ہونا چاہیئے۔ ابھی لوٹ کر تمہیں تکلیف دوں گا۔ واپسی پر اقبالؒ نے وہ نظم نوٹ کرائی جس کا عنوان ہے۔

"ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام"۔

اقبالؒ اپنی قیام گاہ شیش محل میں (LEAGUE OF NATIONS) "لیگ آف نیشنز" پر اظہار خیال فرمار ہے تھے۔ مسکراتے ہوئے فرمایا بھئی میں تو کہہ چکا ہوں کہ یہ لیگ تو مغرب کے کفن چوروں کی جماعت ہے۔ انہوں نے آپس میں مل کر قبریں تقسیم کرلی ہیں۔ اگر اقوام مشرق اپنی علیحدہ لیگ بنالیں اور آپس میں متحد ہوکر ایک دوسرے کی مدد کریں اور مغربی اقوام کی چالوں کو سمجھ جائیں تو مشرق تو مشرق ساری دنیا کی تقدیر بدل جائے۔ پھر خاموش ہوگئے اور دوسرے دن "جمعیت اقوام مشرق" کے عنوان سے اپنی نظم عنایت کی۔

ایک روز شیش محل میں اقبالؒ نے فرمایا کہ اخبار میں دیکھا تھا کہ پارلیمنٹ میں مسولینی پر بڑی لعن طعن ہوئی اور کہا گیا کہ وہ غارتگر اور آدم کش ہے۔ اُس کے مظالم کا جلد از جلد خاتمہ کیا جائے۔ اقبالؒ نے پھر فرمایا کہ مجھے یہ پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ میں نے مسولینی کی طرف سے

اس کے مشرقی اور مغربی حریفوں کے لئے ایک جواب نظم کیا ہے۔ پھر انھوں نے اپنی نظم "مسولینی" عنایت کی۔

اقبالؒ کو بھوپال کی آب و ہوا بہت پسند تھی اور وہ اکثر اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ریاض منزل بڑے تالاب کے کنارے واقع ہے۔ اور اقبال ان دنوں ریاض منزل میں ہی مقیم تھے۔ ان کے رہائشی کمروں کے سامنے چاندنی تھی اور سامنے بڑا تالاب۔ یہاں سے بڑا تالاب اور شملہ پہاڑی کا منظر بہت کھلا کھلا اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ گرمی کے موسم میں رات کو وہ چاندنی پر ہی آرام فرماتے تھے۔ ایک دن مجلس میں فرمایا۔ یہ جگہ بہت حسین ہے اور "حُسن سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے نگاہ کی ضرورت ہے" پھر انھوں نے وہ اشعار سُنائے جو انھوں نے بھوپال کے قدرتی حُسن سے متاثر ہو کر کہے تھے اور جو "نگاہ" کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔

بھوپال میں آمد کے وقت اقبال اپنی ذہنی زندگی کے سفر پر بہت دُور تک نکل آئے تھے اور اقبال کا فلسفہ اقبال کی فکر ایک خاص موڑ لے چکی تھی اور اس کے واضح نقوش ان نظموں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اقبال کی یہ مشہور نظمیں ضربِ کلیم کا قیمتی حصّہ ہیں۔

"سلطانی، تصوف، وحی، مومن، امرائے عرب سے، مقصود،

"حکومت"، "امید"، "ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام"، "جمعیتِ اقوامِ مشرق" اور "مسولینی" اقبال کی ذاتی فکر، دوست احباب سے تبادلہ خیال اور حالات حاضرہ کا نتیجہ ہیں۔ "صبح" اور "نگاہ" ماحول اور منظر سے متاثر ہو کر کہی گئی ہیں اور جن پر بھوپال کے اثرات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

اقبالؒ نے نظم "صبح" صبح کے وقت شیش محل کے سامنے والے میدان میں تخلیق کی تھی۔ فرماتے ہیں۔

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

سحر کے وقت بھوپال کی سیکڑوں مسجدوں سے اذان کی آوازیں بلند ہوتی ہیں اور گنبدِ صدا التعمیر کرتی ہیں جس کی بازگشت مکانوں، میدانوں اور کہساروں کی زبان پر دیر تک رہتی ہے۔

اقبال نے اپنی نظم "نگاہ" ریاض منزل میں تخلیق کی تھی۔ ریاض منزل بڑی جھیل کے کنارے آباد ہے۔ ریاض منزل سے پرے پھولوں سے لدے تختے، ان سے پرے بڑی جھیل میدان اور پہاڑیاں بہت

خوب صورت معلوم ہوتی ہیں۔ شبِ مالوہ میں ان مناظر کی خوب صورتی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ نگاہ میں تحریر فرماتے ہیں:

بہار و قافلۂ لالہ ہائے صحرائی
شباب و مستی و ذوق و سرور رعنائی
اندھیری رات میں یہ چشمکیں ستاروں کی
یہ بحر! یہ فلک نیلگوں کی پہنائی!
سفر عروس قمر کا عماریٔ شب میں
طلوعِ مہر و سکوتِ سپہر مینائی!
نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی!

کچھ لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ اقبال نے ان نظموں میں بھوپال، بھوپال کی مسجدوں، بڑا تالاب، شملہ پہاڑی اور شب مالوہ کا ذکر نہیں کیا ہے لفظ "بحر" کے استعمال سے بھی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے لیکن اگر اقبالؒ کی فطرت نگاری کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اقبالؒ کی منظر نگاری کے ابتدائی دور میں بھی مقامیت کم ہے اور ایمائی اور رمزی انداز بیان زیادہ تھا۔ وہ منظر کی مقامی حیثیت اور اس کی جزئیات کی جگہ منظر کے مجموعی حسن کے تاثر سے اپنی نظموں کو سجاتے ہیں۔

اقبالؒ کی مقامی نظمیں" ہائیڈل برگ میں دریائے نیکر کے کنارے ایک شام"، "کوہ سربن پر ابر کی کیفیت"، "کنار راوی کی ایک شام"، ہمالہ، کشمیر کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مقامیت سے کم دلچسپی ہے۔ بقول ڈاکٹر عبداللہؒ " اقبال کے ذہن کو تعین مقام سے زیادہ دلبستگی نہیں۔ وہ حسن فطرت کی مصوری میں مقام اور جگہ کی قید میں مقید ہونے کی بجائے وسعت شدت اور کثرت کے متلاشی ہیں۔"

اقبالؒ کی یہ دونوں نظمیں سکون کی کیفیت پیش کرتی ہیں اور انہیں حکیمانہ خیالات کے اظہار کے پس منظر کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اقبالؒ کی شاعری میں "اذان" سحر، بحر، مومن، اذان، وجود، ستارے، بہار، لالہ، لالۂ صحرائی، نگاہ، نظر" وغیرہ خاص اور بنیادی علامتوں میں سے ہیں جن کو وہ اپنے نظریات کے اظہار و بیان کے لئے کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور اقبالؒ کی فطرت نگاری اور انداز بیان کے مطالعہ کے بعد ہی ان دونوں نظموں میں بھوپال کے ماحول اور منظر کی عکاسی کو سمجھا جاسکتا ہے۔

بھوپال میں تخلیق کی گئی اقبالؒ کی نظمیں اقبالؒ کے افکار عالیہ کی دین ہیں۔ ان کے انداز بیان کی شاہکار ہیں۔ ان کے بھوپال میں قیام اور کلام نے شیش محل کو آئینہ اور ریاض منزل کو ریاض فردوس بنا دیا ہے جس پر بھوپال اور اہل بھوپال کو بجا طور پر فخر ہے۔

حصّہ اوّل: شیش محل

صبح

مومن

امرائے عرب سے

ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

جمعیتِ اقوامِ مشرق

مسولینی

صبح

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

مومن

(دُنیا میں)

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن!
جچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبریل و سرافیل کا صیّاد ہے مومن!

(جنّت میں)

کہتے ہیں فرشتے کہ دِل آویز ہے مومن
حوروں کو شکایت ہے کم آمیز ہے مومن!

امرائے عرب سے

کرے یہ کافرِ ہندی بھی جرأتِ گفتار
اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی!
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امّت کو
وصالِ مصطفویؐ افتراقِ بولہبی!
نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدؐ عربی سے ہے عالمِ عربی!

ابلیس کا فرمان

اپنے سیاسی فرزندوں کے نام

لا کر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں
زنّاریوں کو دَیرِ کہن سے نکال دو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو!

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو!
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلّا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے ان کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو
اقبالؔ کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو!

جمعیتِ اقوامِ مشرق

پانی بھی مسخّر ہے، ہوا بھی ہے مسخّر
کیا ہو جو نگاہِ فلکِ پیر بدل جائے!

دیکھا ہے ملوکیتِ افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے!

طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جینیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے!

مسولینی

(اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے)

کیا زمانے سے نرالا ہے مسولینی کا جرم؟
بے محل بگڑا ہے معصومانِ یورپ کا مزاج
میں پھٹکتا ہوں تو چھلنی کو برا لگتا ہے کیوں
ہیں سبھی تہذیب کے اوزار! تو چھلنی میں چھاج!

۲۲-۱ اگست ۱۹۳۵ء

میرے سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں کمزور قوموں کے زجاج؟
یہ عجائب شعبدے کس کی ملوکیّت کے ہیں
راجدھانی ہے مگر باقی نہ راجہ ہے نہ راج
آلِ سیزر چوبِ نَے کی آبیاری میں رہے
اور تُم دُنیا کے بنجر بھی نہ چھوڑو بے خراج!
تُم نے لوٹے بے نوا صحرا نشینوں کے خیام
تُم نے لوٹی کشتِ دہقاں! تم نے لوٹے تخت و تاج!
پردۂ تہذیب میں غارت گری، آدم کُشی
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج!

حصّہ دوم: ریاضِ منزل

سلطانی

تصوّف

وحی

مقصود

حکومت

نگاہ

امید

سُلطانی

کِسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے،
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی
خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی!

یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار
اسی مقام سے آدم ہے ظلِ سبحانی!

یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے
کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں جہانبانی

کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی!

مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغِ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی!

ہوا حریفِ مہ و آفتاب تو جس سے
رہی نہ تیرے ستاروں میں وہ درخشانی!

تصوّف

یہ حکمتِ ملکوتی یہ علمِ لاہوتی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں!
یہ ذکرِ نیم شبی یہ مراقبے یہ سرور
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ عقل جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریکِ شورشِ پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خِرد نے کہہ بھی دیا لَآ اِلٰہ تو کیا حاصل
دِل و نگاہ مُسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
عجب نہیں کہ پریشاں ہے گفتگو میری
فروغِ صُبح پریشاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

وحی

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات!
فکرِ بے نور ترا، جذبِ عمل بے بنیاد!
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تارِ حیات!
خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیونکر
گر حیات آپ نہ ہو شارحِ اسرارِ حیات!

مقصود

(سپنوزا)

نظر حیات پہ رکھتا ہے مردِ دانشمند
حیات کیا ہے؟ حضور و سرور و نور و وجود!

(فلاطوں)

نگاہ موت پہ رکھتا ہے مردِ دانشمند
حیات ہے شبِ تاریک میں شرر کی نمود!

حیات و موت نہیں التفات کے لائق
فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود.

حکومت

ہے مُریدوں کو تو حق بات گوارا لیکن
شیخ و مُلّا کو بُری لگتی ہے درویش کی بات!
قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاعِ کردار
بحث میں آتا ہے جب فلسفۂ ذات و صفات!

گرچہ اس دیرِ کہن کا ہے یہ دستورِ قدیم
کہ نہیں میکدہ و ساقی و مینا کو ثبات!
قسمتِ بادہ مگر حق ہے اسی مِلّت کا
انگبیں جس کے جوانوں کو ہے تلخابِ حیات!

نگاہ

بہار و قافلۂ لالہ ہائے صحرائی!
شباب و مستی و ذوق و سرور و رعنائی!
اندھیری رات میں یہ چشمکیں ستاروں کی
یہ بحر! یہ فلکِ نیلگوں کی پہنائی!

سفرِ عروسِ قمر کا عماریِ شب میں
طلوعِ مہر و سکوتِ سپہرِ مینائی!
نگاہ ہو تو بہائے نظارہ کچھ بھی نہیں
کہ بیچتی نہیں فطرت جمال و زیبائی!

امید

مقابلہ تو زمانے کا خوب کرتا ہوں
اگرچہ میں نہ سپاہی ہوں نے امیرِ جنود
مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور
عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرود!

جبینِ بندۂ حق میں نمود ہے جس کی
اُسی جلال سے لبریز ہے ضمیرِ وجود!
یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں
کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود!
غمیں نہ ہو کہ بہت دور ہیں ابھی باقی
نئے ستاروں سے خالی نہیں سپہرِ کبود!

...AL AUR SHEESH MAHAL

BY

AKHLAQ ASAR

IQBAL LIBRARY BHOPAL